ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق

ڈاکٹر قیصر آفتاب احمد اسسٹنٹ پروفیسر اردو یونیورسٹی آف سیالکوٹ
طاہرہ غفور پی۔ایچ۔ڈی اسکالر اردو بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد

ABSTRACT:

Dr. Gohar Noshahi is a wellknown researcher . He wrote many research articles and books about urdu language and literature. He took up the difficult task of correcting and rehabilitating text of old urdu books. His techniques of research are adopted by many research scholars. His opinions are valid and discussion he initiated opened new doors in research of urdu literature . Infect he is a trend setter researcher . This article presents a sketch of his research services.

KeyWords: Researcher, literature, techniques, language.

کلیدی الفاظ: تحقیق و تدوین، جشتی خاندان، تحقیقی زاویے، غالب، فرہنگ

ڈاکٹر گوہر نوشاہی تحقیقی ادب میں ایک معتبر نام ہے۔ وہ اب تک اردو ادب کو بیش بہا کتابیں دے چکے ہیں۔ ڈاکٹر گوہر بوشاہی ۱۵ جون ۱۹۴۰ء میں ضلع شیخوپورہ کے ایک قصبے شرق پور میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے وقت ان کا نام فضل میرا ل رکھا گیا۔ یہ امر حضرت عبدالقادر جیلانی سے ان کے خاندان کی ارادت کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ سلسلہ نوشاہیہ سلسلہ قادریہ کی ہی ایک شاخ ہے۔ ان کے والد الحاج مولانا محمد حیات نوشاہی ایک صاحب طریقیت بزرگ تھے۔ مریدین کا ایک بڑا حلقہ ان سے وانستہ تھا۔ گوہر نوشاہی پر اس روحانی موحول کا خاصا اثر تھا اور شروع سے ہی درویشانہ مسلک ان کی ذات کا حصہ بن گیا۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم شرق پور میں حاصل کی اور اس کے بعد وہ لاہور آ گئے۔ میٹرک تک چشتیہ ہائی سکول اور بی۔اے تک اسلامیہ کالج میں تعلیم حاصل کی۔ ایم۔اے اور پی۔ایچ۔ڈی پنجاب یونیورسٹی سے کی۔ علم و ادب سے حد درجہ لگن کی بدولت جلد ہی اساتذہ کی نظر میں مقام حاصل کیا۔ ابھی بی۔اے میں تھے کہ غنیمت کنجاہی پر ان کا مقالہ اورینٹل کالج میگزین میں چھپا۔ اس اشاعت نے ان کی علمی حیثیت کو ٹھوس بنیاد فراہم کی۔ ۱۹۶۵ء میں گوہر نوشاہی نے ایم۔اے پاس کیا اور مئی ۱۹۶۶ء میں لکچرر شعبہ پنجابی، پنجاب یونیورسٹی اور ینٹل کالج لاہور سے ملازمت کا آغاز کیا۔ یہاں انہیں رکن شعبہ ادارت تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاک و ہند مقرر کیا گیا۔ تاہم ایک ہی ماہ بعد انہوں نے ملازمت ترک کر دی اور مجلس ترقی

ادب لاہور میں مدیر تالیفات کی حیثیت سے خدمات انجام دینے لگے۔اس عہدے پر انہوں نے ۵ سال اور ۸ ماہ کام کیا۔مارچ ۱۹۷۲ء میں وہ مشہد یونیورسٹی ایران میں بطور ریسرچ اسکالر مقرر ہوئے اور ایک سال بعد اپریل ۱۹۷۳ء میں اسی یونیورسٹی میں پروفیسر منتخب کر لیے گئے۔اس حیثیت سے انہوں نے ۶ سال اور ۲ ماہ کام کیا۔اپریل ۱۹۷۳ء میں مقتدرہ قومی زبان میں پہلے معاون علمی کی حیثیت سے اور کچھ عرصہ نائب ناظم کے طور پر ان کا تقرر ہوا۔یہیں سے وہ گریڈ ۲۰ میں سربراہ شعبہ ادارت شعبہ درسیات کی حیثیت سے جون ۲۰۰۰ء میں سبکدوش ہوئے۔مقتدرہ میں انہوں نے سربراہ شعبہ دارالتصنیف ،نگران اخبار اردو، مدیر اعلی اخبار اردو اور نگران کتب خانہ کے طور پر کام کیا۔ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ جمہوریہ ایران کے ثقافتی مرکز میں تحقیقی رابطہ کار کے طور پر خدمات انجام دیں۔جنوری ۲۰۰۱ء میں بطور ویزٹنگ پروفیسر نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد سے وابستہ ہوئے۔تاحال مختلف یونیورسٹیوں میں تدریسی فرائض انجام دیے۔(۱)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی علمی ادبی خدمات کی فہرست نہایت طویل ہے۔ان کے علمی سفر کا آغاز شاعر، نقاد اور محقق کی حیثیت سے ہوا۔لسانی تشکیلات کے عمل کو بڑھانے میں انہوں نے سرگرم رکن کے طور پر کام کیا۔بطور شاعر انھوں نے جدید رویوں کی حامل نظمیں بھی کہیں جن کو ادبی حلقوں میں سراہا گیا۔تاہم گوہر نوشاہی کا فطری میلان تحقیق وتدوین کی طرف زیادہ تھا اور اس میں اپنی قابلیت کی بدولت شہرت پائی۔ان کی اس مہارت علمی کا اعتراف پاک وہند کے اکثر علمائے تحقیق نے کیا اور ان کا حوصلہ بڑھایا۔

ڈاکٹر گوہر نوشاہی اردو تحقیق میں ایک مجتہد کی حیثیت سے ابھرے اور وقت گزرنے کے ساتھ اپنی انفرادیت کو واضح تر کرتے چلے گئے،اردو شعر وادب کا کلاسیکی سرمایہ فارسی ادب اور پنجاب میں اردو کی قدیم روایت ان کے خصوصی موضوعات تحقیق بنے رہے۔اگرچہ کہنے کو یہ بات آسان ہے لیکن عہد بہ عہد بکھرے مواد کو ورق ورق سمیٹنا اور پھر دلائل کت ساتھ کڑی در کڑی ملانا نہایت درجہ محنت اور لگن کا کام ہے اور ڈاکٹر نوشاہی نے یہ کام نہایت عمدہ طریقہ سے انجام دیا اور وسائل کی کمی کے باوجود قدیم مخطوطات کا ایک بڑا ذخیرہ منظر عام پر لائے۔

تحقیق میں ڈاکٹر نوشاہی کا منفرد حوالہ ان کا تخلیقی شعور ہے۔قاری کو تحقیقی عمل میں شامل کرنا اور موضوع کے بوجھل پن کو سلیقے سے دور کر کے اعتدال میں لانا ان کے ساتھ مخصوص ہے۔دبستان لاہور سے وابستہ ہونے کی وجہ سے ان کی تحقیق ایک منفرد رویے کی عکاسی کرتی ہے۔

ڈاکٹر نوشاہی کے اب تک کے مطبوعہ مقالات سو سے زائد ہیں اور تصانیف وتالیف کی تعداد چالیس کے قریب ہے۔ شروع میں ڈاکٹر صاحب کا رجحان شاعری کی طرف تھا۔ یہی خوبی ان کی نثر میں بھی محسوس ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں محمد افضل صفی رقمطراز ہیں:

"وہ مصرع کے وزن اور آہنگ کو سمجھتے ہیں یہ خوبی ان کی نثر میں بھی محسوس کی جا سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر خشک نہیں ہوتی، اس سے قاری کو اکتاہٹ یا اجنبیت محسوس نہیں ہوتی۔ نثر کی بہت بڑی خوبصورتی ہوتی ہے کہ گہری سے گہری علمی بات کو اس خوبصورتی سے پیش کیا جائے کہ پڑھنے والا حظ اٹھائے۔ ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر جمیل جالبی اور کلب علی خان فائق کی نثر کی کیفیت یہی ہے۔ ان کے یہاں بھی قرات کی خوبی (Readability) ملتی ہے۔" (۲)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے نئے موضوعات پر تحقیق کی۔ ان کی ہمیشہ یہی کوشش رہی کہ ایسے موضوعات پر کام نہ کیا جائے جن پر پہلے کام ہو چکا ہو۔ ڈاکٹر گوہر شاہی کے تحقیقی کاموں کا جائزہ ان کی چند اہم کتب کے حوالے سے پیش خدمت ہے۔

لاہور میں اردو شاعری کی روایت ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا ایم۔اے اردو کے لیے لکھا گیا مقالہ تھا جو کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اس میں لاہور کی تاریخی و تہذیبی پس منظر میں اردو زبان و ادب کے فروغ پر بحث ہے۔ گوہر نوشاہی کے مطابق ہند آریائی تہذیب کا سب سے پہلا مرکز پنجاب اور خاص طور پر لاہور ہے۔ یہ دو صدیوں تک سلاطین غزنی کے قبضے میں رہا۔ غزنی تہذیب و تمدن اور علم و فن کا مرکز تھا اور اب وہی حیثیت لاہور کو بھی حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ یہیں اردو زبان کا اولین ڈھانچہ تیار ہوا اور اسے ادبی سطح پر استعمال کیا جانے لگا۔ بعد میں بھی لاہور علم و ادب کا مرکز رہا اور اردو ادب کے بیشتر رجحانات یہیں فروغ پائے۔ (۳)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ بھی کتابی صورت میں شائع ہوا۔ لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات یہ کتاب نہ صرف لاہور کے ایک علمی خاندان کا حقائق نامہ ہے بلکہ تاریخ و تذکرہ اور تہذیب و تمدن کے حوالے سے بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس میں اٹھارویں صدی کے وسط میں پنجاب کی تاریخی و سیاسی اہمیت بتائی گئی ہے۔ اس کے علاوہ چشتی

خاندان کے تعارف اور علمی و ادبی کاوشوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس کے علاوہ اس خاندان کی اہم اردو تصانیف کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔اس طرح اردو ادب کی تاریخ کے تاریک پہلو کو ایک نئے زاویے سے سامنے لایا گیا ہے۔(۴)

زیر نظر کتاب میں ڈاکٹر نوشاہی سے کچھ فروگزاشتیں بھی سرزد ہوئی ہیں جن کی نشاندہی ڈاکٹر سفیر اختر نے بھی کی ہے۔ مثال کے طور پر مولوی محمد ابراہیم علی چشتی کے کارنامہ حیات کے بارے میں ڈاکٹر صاحب کا تبصرہ 'غیر جانب دارانہ' سے زیادہ مداحانہ ہے۔ مولوی ابراہیم علی چشتی ایک تو آل انڈیا مسلم لیگ کی حامی طلبہ تنظیم، مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں متحرک رہے اور دوسری طرف ۱۹۴۶ء میں وہ مسلم لیگ مخالف یونین پارٹی کی رہنمائی کرتے رہے۔ڈاکٹر صاحب نے مولوی ابراہیم چشتی کی شخصیت میں موجود ان تمام تضادات کی چشم پوشی کرتے ہوئے ان کی مداح سرائی کی۔ڈاکٹر صاحب کے الفاظ ہیں "تحریک پاکستان کے سلسلے میں مولوی محمد ابراہیم کی خدمات پاکستان شناسوں پوشیدہ نہیں" اس کے علاوہ امر ناتھ اکبری کے بارے میں لکھا کہ ان کے حالات شاگردان یکدل کے تحت درج کیے جائیں گئے اور وہیں ان کی شاعری کو زیر بحث لایا جائے گا مگر عملی طور پر ایسا نہیں کیا گیا۔(۵)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی کتاب تحقیقی زاویے مجلس فروغ تحقیق اسلام آباد نے نومبر ۱۹۹۱ء میں شائع کی۔ کلاسیکی ادب ، شخصیات مباحث اور نوادر کے موضوعات کے تحت اٹھارہ مقالات اس کتاب کا حصہ ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف ادبی رسائل و جرائد میں چھپتے رہے ہیں۔ان میں بہت سے مقالات ان کی کتابوں کے مقدمے ہیں۔ یہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی پچیس سالہ محنت کا ثمر ہے۔پہلے حصے کے مقالات "کلاسیکی ادب" کے عنوان سے لکھے گئے۔

ان مقالات میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ان کی تحقیقی اسلوب کے بہت سے او جھل پہلو سامنے آئے۔انہوں نے تحقیقی زاویے میں مختلف متون پر لکھے گئے مقدموں کو ایک جگہ اکٹھا کیا جسے محققین نے پسند کیا اور بعد میں اس طرز پر دوسرے بڑے بڑے محققین نے بھی اپنے مضامین کو کتابی صورت میں ڈھالا۔اس طرز کے کام کو بھارت میں بھی پذیرائی ملی۔ تحقیقی زاویے کا دوسرا حصہ دو اہم شخصیات سے متعلق ہیں، جن میں مولانا غنیمت کنجاہی اور دوسری شخصیت فیروزالدین ڈسکوی ہے۔اس مقالے میں گوہر نوشاہی نے مولانا غنیمت کنجاہی کے حوالے سے بہت سی غلط فہمیوں کو دور کیا ہے اور ان کے بارے میں ناقص معلومات کو درست کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم اس مقالے میں مولانا غنیمت کنجاہی کے حالات و تصانیف سے متعلق مزید کام کی گنجائش موجود ہے۔اس مقالے میں میں مولوی فیروزالدین نسبت ڈسکوی کی زندگی محققانہ انداز سے درج کیے گئے ہیں۔ مولوی صاحب ایک جید عالم دین تھے۔انہوں نے

عربی اور فارسی لغات پر تحقیقی کام کے علاوہ مذہبی موضوعات پر کام کیا ہے۔ گوہر شاہی نے ان کتابوں کا تعارف کروایا جن کے بارے میں پہلے بہت سے اہل علم نہیں جانتے تھے۔ اس کتاب کے تیسرے حصے کا عنوان 'مباحث' ہے جن میں دو مضامین شامل ہیں۔ پہلا "فن تدوین میں اقتباسات و کتابیات" کے عنوان سے ہے جس میں فن تدوین سے متعلق سائنسی طریقہ کار کی وضاحت کی گئی ہے۔ دوسرا مضمون "قومی زبان کے بارے میں اہم دستاویزات" کے عنوان سے ہے۔ اس مضمون میں اردو ہندی قضیے سے متعلق ان دستاویزات کا ذکر ہے جو کافی عرصہ پہلے سائنٹفک سوسائٹی علی گڑھ کے اخبار علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شائع ہوئی تھیں۔ یہ مضمون ان کی اسی نام کی ایک کتاب کا مقدمہ ہے۔ اس کتاب کے چوتھے حصے کا عنوان "نوادر" ہے اس میں پانچ مقالات ہیں جن میں "رسالہ از آثار فقیر نوشہ ثانی"، "ذوق کی وفات پر نادر قطعات" و "تاریخ"، "محمد حسین آزاد کے دو غیر مدون خط"، "اردو مرثیہ کے نو دریافت مخطوطات" اور "بچوں کے لئے ایک عمدہ تصنیف" شامل ہے۔ (۶)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی کتاب ادبی زادیے تحقیقی و تنقیدی مقالات کا مجموعہ ہے۔ یہ مقالات موضوعاتی اعتبار سے کسی خاص مزاج سے وابستہ نہیں بلکہ یہ ڈاکٹر صاحب کے مطالعے کے تنوع کی عکاسی کرتے ہیں۔ لیکن تمام مقالات میں تحقیقی مزاج غالب نظر آتا ہے۔ ادبی زاویے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے حصے کا عنوان "تنقید"، دوسرے حصے کا عنوان "تحقیق "تیسرے حصے کا عنوان "مثنوی گنج الاسرار" اور چوتھے حصے کا عنوان "تاثرات" ہے۔ (۷)

مطالعہ غالب ڈاکٹر صاحب کے غالب کے متعلق چند مقالات کا مجموعہ ہے۔ اس کتاب کے پہلے مقالے کا عنوان "حیات غالب لینن کے آئینے میں" ہے۔ جس میں غالب کی پیدائش سے لے کر وفات تک کے تمام اہم واقعات قلم بند کر دیے گئے ہیں۔ دوسرا مقالہ "دیوان غالب نسخہ طاہر" کے عنوان سے ہے۔ تیسرے مقالے کا عنوان "دیوان غالب نسخہ شیرانی اور عرشی کا تقابلی مطالعہ" ہے۔ چوتھا مقالہ "دیوان غالب نسخہ حمیدیہ کی تدوین نو" کے حوالے سے ہے۔ پانچ مقالہ "مرزا غالب کی نثر نگاری" کے عنوان سے ہے اور آخری مقالہ "اسداللہ خان غالب بجرد" کے عنوان سے ہے۔ یہ تمام مقالات ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے تحقیقی مزاج کی عکاسی کرتے ہیں۔ (۸)

یادگار سرسید میں سرسید احمد خان کے یوم وفات ۳۰ مارچ ۱۹۹۸ء سے لے کر دسمبر ۱۹۹۸ء تک سرسید کے بارے میں مختلف رسائل و اخبارات میں جو تعزیتی مواد شائع ہوا اسے یکجا کر دیا گیا ہے۔ اس حوالے سے محمد افضل صفی کہتے ہیں:

"اس لحاظ سے یادگار سرسید" کو پاکستان کی سرزمین پر "سرسید کے غم نامے" کا نام دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔(۹)

یہ کام اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔اس میں "تعزیتی مقالہ و تقاریر"، "تعزیتی اجلاس"، "منظوم خراج تحسین، مرثیے، قطعات و مادہ ہائے تاریخ"، "سرسید میموریل فنڈ"، "متفرق خبریں تاثرات و منقولات" اور "ضمیمہ" کے عنوان سے ابواب کو تقسیم کیا گیا ہے۔ان تحریروں سے سرسید کی مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔نہ صرف سرسید بلکہ ان کی تحریک کی شہرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔یہ ایک اہم تحقیقی کام ہے جو انتہائی محنت اور سلیقے سے منظر عام پر لایا گیا ہے۔(۱۰)

گوہر نوشاہی کی کتاب قیام پاکستان پر ایک محنت کش کا روزنامچہ ایک ناظر بشیر حسین بخاری کے روزنامچے پر مشتمل ہے۔ بشیر بخاری نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور میں بطور مکینک کا کام کرتا تھا۔ اپنی ڈائری میں اس نے تحریک پاکستان کے ایک نہایت نازک دور کو محفوظ کیا اور سیاسی سرگرمیوں کی تفصیل درج کی۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس روزنامچے کو مرتب کیا اور سترہ صفحات پر مشتمل اپنے پیش لفظ میں اس کی اہمیت متعین کرنے کی کوشش کی۔یہ کتاب تحریک پاکستان اور تاریخ پاکستان سے دلچسپی رکھنے والے قارئین کے لئے قابل قدر دستاویز ہے۔(۱۱)

مطالعہ اقبال اس کتاب میں اقبال پر لکھے گئے وہ مقالات شامل ہیں جو ۱۹۵۶ء سے ۱۹۷۰ء تک کے درمیانی عرصہ میں مجلہ اقبال میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کتاب کے پہلے حصے میں اقبال کے حالات زندگی سے متعلق مقالات شامل ہیں، دوسرے حصے کا عنوان "مباحث" ہے۔ تیسرے حصے "تنقید" میں اقبال کے فکر و فن پر تنقیدی مقالات شامل ہیں اور آخری حصے "نوادر" میں اقبال کے دو اہم غیر مدون خطوط شامل ہیں۔یہ کتاب اقبالیات کے مطالعے میں دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بہترین تحفہ ہے۔(۱۲)

ڈاکٹر جمیل جالبی اردو کے نامور محقق اور نقاد ہیں۔ان کی علمی خدمات کے اعتراف میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے ڈاکٹر جمیل جالبی ایک مطالعہ کتاب مرتب کی ۔ یہ کتاب دہلی اور لاہور سے بیک وقت شائع ہوئی۔ کتاب کو گیارہ عنوانات کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔ہر عنوان کے متعلق مختلف ادباء کے لکھے ہوئے مضامین اکٹھے کر دیئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ ڈاکٹر جمیل جالبی کے کوائف اور ان کی تقریبا ۶۶ تصاویر شامل ہیں ۔ کتاب میں جمیل جالبی بحیثیت محقق، نقاد، اور ادبی مورخ، کلچر شناس، لغت نگار اور بچوں کے ادیب کے عنوانات کے تحت شخصیت کا جائزہ لیا گیا۔اس کتاب کی تالیف میں گوہر نوشاہی سے کچھ فرو گزاشتیں بھی ہوئیں ہیں جن کی نشاندہی ڈاکٹر حبیب نثار نے کی ہے مثلاً ڈاکٹر گوہر نوشاہی ص ۲۳۵

پر جمیل جالبی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے تحقیقی سفر کا آغاز تین موضوعات سے کیا۔ لیکن پورے مضمون میں ان تین موضوعات کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے علاوہ ص نمبر ۲۵۳ پر مشفق خواجہ لکھتے ہیں کہ مثنوی کدم راؤ پدم راؤ پر جالبی صاحب نے سات سال کام کیا ہے جبکہ ص ۲۵۹ پر ڈاکٹر وحید قریشی کے مطابق یہ کام جالبی صاحب کی پانچ سال کی محنت کا نتیجہ ہے۔ اس فرق کو دور کرنا مؤلف کا فرض تھا جس سے کوتاہی برتی گئی۔ اسی طرح ص ۱۹۵ پر ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں کہ :" جمیل جالبی کو متوازن نقاد سمجھتا ہے" جملے میں یہ وضاحت نہیں کی گئی کہ کون ایسا سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کی اصلاح مؤلف نے کی۔ ان تمام خامیوں کے باوجود یہ بہت اچھی کتاب ہے اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا ایک عمدہ علمی کام ہے۔(۱۳)

ڈاکٹر وحید قریشی گوہر نوشاہی کے استاد ہیں۔ گوہر نوشاہی نے بڑے محققانہ انداز میں ڈاکٹر وحید قریشی کی شخصیت اور فن پر بحث کی ہے اور اُن کے فن کے پوشیدہ گوشوں کو اپنی کتاب ڈاکٹر وحید قریشی شخصیت اور فن میں منظر عام پر لائے۔(۱۴)

سید امتیاز علی تاج شخصیت اور فن ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی تالیف کردہ کتاب ہے۔ اسے اکادمی ادبیات کے تحقیقی و ادبی منصوبے " پاکستانی ادب کے معمار " کے تحت شائع کیا گیا۔ اس کتاب میں سید امتیاز علی تاج کی شخصیت کے بارے میں اہم تحقیقی دستاویز ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کے سید امتیاز علی تاج سے اچھے مراسم تھے۔ اس کا ترجمہ بھی ہو چکا ہے۔(۱۵)

> ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی کتاب تحقیقی تناظر ایک اہم تحقیقی کتاب ہے۔ اس کتاب کے موضوعات میں "تذکرہ حضرت شاہ دولہ گجراتی"، "قیام پاکستان پر ایک محنت کش کا روزنامچہ"، "فرہنگ مشترک"، "عشق رسول"، "لاہور کے چشتی خاندان کی اردو خدمات"، "پروفیسر حمید احمد خان احوال و آثار پر ایک نظر"، "ڈاکٹر وحید قریشی سوانح و شخصیت"، "اردو میں سائنسی ادب کی روایت" اور "۱۹۹۷ء کے متفرق ادب کا جائزہ" شامل ہیں۔ یہ مقالات تحقیقی نوعیت کے ہیں۔(۱۶)

فرہنگ مشترک آئی۔ سی۔ او میں شامل ملکوں کی زبانوں میں مشترکہ سرمایہ ہے۔ یہ زبانیں اردو، دری، ترکی، تاجکی ،ازبکی، ترکمن، قازق اور آذری ہیں۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مشترکہ ذخیرہ الفاظ بہم پہنچانے کے ساتھ کتاب کی زبانوں کے اس اشتراک و ہم آہنگی پر ایک مسبوط مقدمہ بھی لکھا جو ان کے تحقیقی و تنقیدی مزاج کا آئینہ دار ہے۔ اس کتابب کی رونمائی حکومت ایران کے کلچرل ادارے واقع اسلام آباد کی طرف سے بڑے اہتمام کے ساتھ ہوئی اور ڈاکٹر صاحب کو حکومت ایران کی طرف سے تعزیتی اسناد اور نقد انعام پیش کیا گیا۔ فرہنگ مشترک کا بنیادی مقصد سے دس ممالک ایران، ترکی،

پاکستان،افغانستان، ترکمانستان،ازبکستان، کرغستان، قازقستان، ترکمانستان اور آذر بائیجان کے درمیان تعلقات مضبوط بانا تھا۔تاکہ سیاسی اور معاشی بہتری لائی جا سکے۔ یہ فرہنگ ایک اہم تحقیقی کارنامہ ہے۔اس کی تالیف ایک اہم تحقیقی کام تھا جسے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے نہایت عمدہ طریقے سے انجام دیا۔(۱۷)

ڈاکٹر نوشاہی نے تدوین متن کا زیادہ تر کام مجلس ترقی ادب سے وابستگی کے زمانے میں انجام دیا۔ مجلس ترقی ادب نے کلاسیکی ادب کو مرتب کرنے کا سلسلہ شروع کیا تواس سلسلے کے تحت ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مجلس ترقی ادب کے لئے بہت سی کتابیں مرتب کیں۔ہم ڈاکٹر صاحب کی تدوین خدمات کا جائزہ لیں تو بیتال پچیسی از مظہر ولا ان کا پہلا تحقیقی کام تھا۔فورٹ ولیم کالج کی کتابیں تقریباڈیڑھ سو سال پہلے لکھی گئیں۔اس وقت کی املااور آج کی املا میں خاصا فرق ہے۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اسے نئی ضرورتوں کے مطابق ڈھالا۔اس میں ہندی اور سنسکرت الفاظ کی کثرت تھی۔ڈاکٹر صاحب نے اس کی لغات سازی کی اور حواشی لکھے۔جس سے تفہیم متن میں آسانی ہو گی۔اس کے علاوہ بیتال پچیسی کے مصنف مظہر علی ولااور ان کے معاونین کے مختصر سوانحی حالات بھی لکھ دیے۔جن سے ان ادیبوں کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ تکنیکی اعتبار سے بیتال پچیسی کی پچیس کہانیاں داستانوں کی نسبت افسانوں کی زیادہ قریب ہیں،ان کے کردار معاشرے کے جیتے جاگتے کردار ہیں۔(۱۸)

ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مجلس ترقی ادب کے لیے نتائج المعانی کو مرتب کیا۔اس کا پہلا ایڈیشن ۱۸۷۴ء میں مطبع میڈیکل پریس،آگرہ سے شائع ہوا تھا۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اسی ایڈیشن کے متن پر کام کیا۔ڈاکٹر صاحب نے اصل کتاب کی عبارت کی الجھنوں کو دور کیا ہے۔عبارت میں اعراب اور او قاف کی پابندی نہیں کی گئی تھی۔ جملے دو دو مطسر تک چلتے دکھائی دیتے تھے۔ڈاکٹر صاحب نے قاری کی سہولت کے لئے مناسب اعراب واو قاف ور پیرا گراف کی صورت میں عبارت کو تقسیم کیا۔اس کے علاوہ قدیم الفاظ کو مناسب رائج الفاظ سے بدل دیا۔ جہاں الفاظ چھوٹ گئے تھے وہاں بریکٹ دے کر الفاظ کا اضافہ کر دیااور جہاں زائد الفاظ تھے وہاں حواشی دے کر لفظوں کو حذف کر دیا۔ مصنف کے ذاتی اسلوب کو تبدیل کیے بغیر ضروری محاورات میں تبدیلی لائی۔ اور کتاب کے آخر میں حواشیہ کتاب دیے۔ نتائج المعانی آغا محمود بیگ کی تصنیف ہے۔ اس کتاب کے اہم خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعے ایک ایسے ادیب کے حالات سے واقفیت حاصل ہوئی جو انیسویں صدی میں سپاہانہ زندگی سے جڑا ہوا تھااور ساتھ ساتھ دہلی کی ٹکسالی اور ٹیکسالی روایات سے بھی منسلک تھا۔ یہ کتاب کی افادیت کا اہم پہلو ہے۔(۱۹)

یادگار چشتی مولوی نور احمد چشتی کی تصنیف ہے۔امتیاز علی تاج نے اس کی ترتیب وتدوین کا کام گوہر نوشاہی کے سپرد کیا جسے انہوں نے پوری ذمہ داری سے انجام دیا۔اس کے متن کی تدوین اور حواشی کا کام انجام دینے کے بعد مقدمہ لکھنے کے لیے خاطر خواہ مواد موجود نہ تھا۔جو مواد موجود تھا وہ تحقیقی نقطہ نظر سے قابل اعتماد نہ تھا۔اس سلسلے میں ڈاکٹر گوہر صاحب نے بہت اعتماد سے از سر نو مواد کو دریافت کیا۔ڈاکٹر گوہر نوشاہی لکھتے ہیں:

"اس موضوع پر مطبوعہ صورت میں کوئی قابل اعتماد مواد موجود نہیں تھا جو اکا دتحریریں تھیں بعض کتابوں یا رسائل میں نظر آئی اشتباہ اور اغلاط سے پاک نہ تھیں ۔چناچہ ان سے قطع نظر کر کے از سرِنو مآخذ کی تلاش شروع کر دی۔"(۲۰)

یادگار چشتی میں لاہور کی تہذیب وثقافت پر خوبصورت انداز میں قلم کشائی کی گئی ہے۔مولوی صاحب لاہور کے رسم و رواج کو اچھی طرح جانتے تھے اور انہوں نے لاہور کی تہذیب وثقافت کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہوا تھا لہذا انہوں نے اپنے مشاہدہ کو یادگار چشتی میں سمو دیا ہے۔یادگار چشتی کے مقدمے اور بعض حصوں کا جاپانی زبان میں پنجاب کے رسم ورواج کے عنوان سے ترجمہ کیا گیا ہے۔یادگار چشتی کی تدوین میں گوہر نوشاہی نے مکمل جانچ پرکھ کے بعد اس کام کو تکمیل تک پہنچایا۔(۲۱)

مثنوی ہیئت عدل واسواخت محمود بیگ راحت کی تصنیف ہے۔ہیں جسے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے مرتب کیا۔ڈاکٹر صاحب نے اس پر ایک مسبوط کا مقدمہ لکھا جس میں مسائل ومشکلات کے علاوہ محمود بیگ راحت کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی گئی ہیں۔اس مثنوی میں عدل وانصاف موضوع پر آٹھ مختلف واقعات ہیں۔یہ آٹھ واقعات مختلف بحروں میں نظم کیے گئے ہیں۔اور ایک وحدت کی صورت میں سامنے آتے ہیں۔واسوخت کا مکمل متن فدا علی عیش کے تذکرے شعلہ جوالہ سے لیا گیا ہے۔اس کتاب کا مقدمہ مصنف کے بارے میں معلومات فراہم کرتا ہے۔(۲۲)

مثنوی رمز العشق مع خرچی نامہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے تحقیق وحواشی کے ساتھ مرتب کیا۔اس کے مصف غلام قادر شاہ ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے اس میں مثنوی کا متن بھی ساتھ دیا ہے۔اس متن کی تدوین میں ذخیرہ شیرانی پر انحصار کیا گیا ہے۔مثنوی کے مقدمے میں ڈاکٹر صاحب نے اس کے فنی پہلوؤں اور مصنف سے متعلق اہم معلومات پہنچائی ہے۔اس مثنوی میں انہوں نے خرچی نامہ کو بھی شامل کیا ہے۔(۲۳)

مثنوی پدماوت ملک جائسی کی تصنیف ہے۔ جو اودھی زبان میں ۱۵۴۰ء میں تصنیف کی گئی۔ اس مثنوی کو اردو میں ڈھالنے کا کام مرزا علی لطف کے شاگرد غلام علی عشرت نے انجام دیا۔ ڈاکٹر صاحب کا اس مثنوی کے حوالے تصحیح متن کا کام اس لیے بھی اہم ہے کہ انہیں اس مثوی سے متعلق جو قدیم نسخے ملے وہ مخطوطات کی املاء میں تھے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے بہت محنت سے اس کا مقدمہ لکھا۔ ملک جائسی کی یہ مثنوی اپنے زمانے میں بہت مقبول ہوئی۔ اسے سچا واقعہ سمجھا جاتا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے مثنوی کا تنقیدی جائزہ لیا اور مصنف کے معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کام کو انجام دیا۔(۲۴)

شاہنامہ فردوسی اگرچہ فردوسی کی زبان میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس نے پوری دنیا کے ادب کو متاثر کیا ہے۔ مغلیہ دور میں پہلی بار شاہنامے کا فارسی میں خلاصہ تیار کیا گیا۔ شاہ نامہ کا دوسرا خلاصہ شاہ جہاں کے دور میں توگل بیگ نے تاریخ دل کشائے شمشیر خان کے نام سے شائع کیا۔ اسے تاریخ شمشیر خانی بھی کہا جاتا ہے۔ اردو زبان میں اس کا پہلا ترجمہ مول چند نے کیا۔ دوسرا ترجمہ مہدی خان مقبول اور تیسرا ترجمہ رجب علی بیگ سرور نے "سرور سلطانی" کے نام سے کیا۔ ان میں سب سے قدیم ترجمہ مول چند منشی کا ہے۔ جس سے ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے ایران کے ثقافتی دفتر واقع اسلام آباد کے لیے مرتب کیا۔ جسے قونسل نے شاہنامہ فردوسی کے ایک ہزار سالہ جشن کے موقع پر شائع کیا۔ ایران کے اہل علم نے اس کو خوب سراہا جس سے ڈاکٹر صاحب کو بہت پذیرائی ملی۔(۲۵)

علامہ اقبال کی نظم شکوہ کے آٹھ مختلف زبانوں میں تراجم ہو چکے ہیں۔ اس کا منظوم پنجابی ترجمہ پنجابی شکوہ ۱۹۱۸ء میں ڈاکٹر اقبال کی زندگی میں ہی طبع ہوا۔ اس کے شاعر پیرزادہ فضل احمد فاروقی ہیں۔ فاروقی صاحب نے شکوہ کا پنجابی ترجمہ کرتے ہوئے اقبال کی جذبات واحساسات کو مجروح نہیں ہونے دیا۔ چونکہ وہ اقبال کے فکر و فلسفے سے بخوبی واقفیت رکھتے تھے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

> "اردو الفاظ کے بدلے میں پنجابی کہ ایسے نپے تلے الفاظ استعمال کیے ہیں کہ اگر اصل تصنیف سامنے نہ ہو تو ترجمہ بجائے خود ایک تخلیق معلوم ہوتا ہے اور اگر اصل تصنیف سامنے ہو تو مترجم کی فنی مہارت پر اسے دل کھول کر داد دینی پڑتی ہے۔"(۲۶)

پنجابی شکوہ کے اصل نسخے میں کتابت کی بہت سی غلطیاں تھیں۔ جنہیں ڈاکٹر صاحب نے دور کر کے مرتب کیا بعد میں اسے پنجابی ادبی اکادمی، لاہور نے شائع کیا۔(۲۷)

دیوان غالب کا ایک نسخہ محمد حسین آزاد کے پوتے آغا محمد طاہر کے پاس تھا۔ جسے انہوں نے بغیر کسی مقدمے اور حواشی کے ساتھ شائع کر دیا۔ ڈاکٹر گوہر شاہی نے اس کا مقدمہ اور حواشی لکھے اور غالب کی صد سالہ برسی کے موقع پر اسے مرتب کیا۔ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کی مہارت دلچسپی اس کتاب کے مقدمے میں پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ جس میں انہوں نے نسخہ طاہر پڑھتے ہوئے سرزد ہونے والی فرد گزاشتوں کی نشاندہی کی ہے۔ اس زمرے میں مالک رام جیسے بلند پایہ غالب شناس بھی شامل ہیں۔(۲۸)

مولوی فیروزالدین ڈسکوی کی اردو لغات جس کا نام اردو لغات فیروزی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔ اس میں قانونی اصطلاحات کا ایک جدول ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی نے اس جدول کو الگ کر کے ایک کتاب کی صورت میں مرتب کیا ہے۔ اس میں اہم تحقیقی کام یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب پہلی بار مولوی فریدالدین ڈسکوی کی سوانح کو منظر عام پر لائے۔ یہ کتاب مختصر قانونی اصطلاحات کے نام سے شائع ہوئی۔(۲۹)

انیسویں صدی کے ربع اوّل میں مرزا اسداللہ خاں غالب نے اپنی خاندانی پینشن کا دعویٰ کلکتے میں دائر کیا۔ اس کے بعد یہ مقدمہ دہلی میں دائر ہوا۔ اس میں غالب کی عمر کے سترہ برس صرف ہو گئے۔ پھر بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان سترہ برس کے عرصے میں غالب نے جو درخواستیں پیش کیں اور ان کی جو رپورٹیں تیار ہوئیں یہ سب ریکارڈ کلکتہ، دہلی، لاہور، اور لندن میں موجود تھا۔ نیشنل ڈاکویمنٹیشن سنٹر کے نگران میں میاں اسعداللہ نے اپنی تحقیقی مزاج کے پیش نظر یہ دستاویزات اکٹھی کیں اور انہیں غالب کی زندگی کے سترہ برس کے نام سے مرتب کیا۔ لیکن چھپنے کی نوبت نہ آسکی۔ پھر یہ مجموعہ دوبارڈاکویمنٹیشن سینٹر کے نگران، جوائنٹ سیکرٹری سیکرٹری پروفیسر نذیر احمد کے پاس آگیا۔ انہوں نے اشاعت کی غرض مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین افتخار عارف کے سپرد کر دیا۔ افتخار عارف نے یہ ذمہ داری گوہر نوشاہی کو سونپی جنھوں نے انگریزی متن کے اردو ترجمے، حواشی، مقدمے کے ساتھ مرتب کر دیا۔ جو بعد میں ۱۹۹۷ء میں مرزا غالب کے دوصد سالہ جشن ولادت کے موقع پر شائع کروائی گی۔(۳۰)

۱۹۳۵ء میں مولوی عبدالحق نے برصغیر کے مختلف علاقوں میں "جائزہ زبان اردو" کے نام سے کمیٹیاں تقسیم کیں۔ ہر کمیٹی کے کنوینئر مقرر کیے گئے۔ پنجاب میں یہ ذمہ داری خواجہ عبدالوحید کو سونپی گئی۔ وہ نقل شدہ مسودات کی کاپی مولوی عبدالحق کو بھجوا دیتے اور اصل کاپی دفتر کے ریکارڈ میں رکھ دیتے تھے۔ مولوی صاحب کو بھیجی گئی نقول تو محفوظ نہ رہ سکیں البتہ دفتری ریکارڈ محفوظ رہا اور خواجہ عبدالوحید کے بعد ان کے بیٹے مشفق خواجہ نے مقتدرہ قومی زبان کے صدر نشین ڈاکٹر

عبدالوحید قریشی کے حوالے کر دیا۔ بعد میں یہ کام ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے حوالے کیا گیا۔ انہوں نے اسے مولوی عبدالحق کے استفسارات کے مطابق ترتیب دیا اور ابواب میں تقسیم کر کے کتابی صورت دی۔ اور اس کا نام جائزہ زبان اردو رکھا اور ساتھ شائع کروا دیا۔ ڈاکٹر صاحب نے احتراماً کتاب کے مرتب کی جگہ خواجہ عبدالوحید کا نام دے دیا۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گوہر نوشاہی کہتے ہیں:

> "جائزہ زبان اردو میری تدوین ہے۔ اس کے بیرونی صفحہ پر میں نے احتراماً خواجہ عبدالوحید صاحب کا نام دے دیا۔ اندرونی صفحہ پر بھی میں تو اپنا نام نہیں لکھنا چاہتا تھا۔ مشفق خواجہ صاحب کے اصرار پر میں اندرونی صفحہ پر اپنا نام دینے پر رضا مند ہو گیا۔"(۳۱)

نقش خیال ڈاکٹر گوہر نوشاہی کا اہم تدوینی کام ہے۔ یہ کتاب پنجابی زبان کے شاعر استاد غلام محی الدین مونس نقشی کی تصنیف ہے ان کے بیشتر مجموعے زمانے کی دستبرد سے محفوظ نہ رہ سکے۔ بعد میں ان کے صاحبزادے ڈاکٹر رشید امجد نے ان کی بیاضوں میں موجود کلام کو شائع کروانے کا ارادہ کیا اور ڈاکٹر گوہر نوشاہی سے اس کی ترتیب و تدوین کی فرمائش کی۔ مونس نقشی کی بیاضوں میں ان کے استاد غلام محمد ترنم کا کلام بھی شامل تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے اس کلام کی نشاندہی کی اور اسے الگ حصہ بنا کر شائع کیا اور مقدمے میں مونس نقشی کی شاعرانہ عظمت کا تعین کیا گیا اور اس بے ترتیب کلام کو نمائندہ کتاب کی صورت میں مدون کیا۔(۳۲)

مذکورہ بالا اہم کتابوں کے علاوہ بھی انہوں نے سو سے زائد مقالات اور کئی تصانیف و تالیفات کی ہیں۔ جن سے ان کے گہرے مشاہدے کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی ایک تجربہ کار محقق تھے۔ وہ املاء شناسی، خط فہمی اور لفظ بینی میں مہارت رکھتے اور تدوین و ترتیب میں بہت احتیاط سے کام لیتے تھے۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کے تحقیقی کام کو بہت پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ غالب، سر سید احمد خان اور علامہ اقبال کے حوالے سے ان کا تحقیقی کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ انہوں نے تحقیق پر مبنی تحقیق کی بنیاد کی بنڈالی ہے۔ علمی اور تحقیقی ذوق رکھنے والے ان کے کام سے استفادہ کرتے ہیں۔ ان کی تحقیق و تدوین اساتذہ طلباء کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

حوالہ جات

1. محمد انجم، ڈاکٹر، گوہر نوشاہی ایک مطالعہ، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی:، 2006ء، ص:7
2. محمد افضل صفی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2010ء، ص:80
3. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، چشتی خاندان کی اردو روایت، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1990ء
4. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، چشتی خاندان کی اردو روایت، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور، 1993ء
5. سفیر، ڈاکٹر، لاہور کے چشتی خاندان کی اردو روایت، مشمولہ: گوہر نوشاہی ایک مطالعہ، مرتبہ: ڈاکٹر شفیق انجم، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی، مارچ 2009ء ص:38
6. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، تحقیقی زاویے، مجلس فروغ تحقیق، اسلام آباد، 1991ء
7. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، مطالعہ غالب، مجلس فروغ تحقیق، لاہور، 1993ء
8. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر مطالعہ غالب، مکتبہ عالیہ، لاہور، 1991ء
9. محمد افضل صفی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی،، 2010ء
10. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، یادگار سرسید، مجلس فروغ تحقیق، اسلام آباد، 1996ء
11. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، قیام پاکستان پر ایک محنت کش کا روزنامچہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1997ء
12. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، مطالعہ اقبال، بزم اقبال، لاہور، 1983ء
13. محمد افضل صفی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2010ء
14. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، ڈاکٹر وحید قریشی شخصیت اور فن اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 2006ء
15. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، سید امتیاز علی تاج شخصیت اور فن، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، 1999ء
16. محمد افضل صفی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2010ء
17. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، فرہنگ مشترک، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1997ء
18. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، بیتال پچیسی، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1965ء
19. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، نتائج المعانی، مجلس ترقی ادب، لاہور 1967ء
20. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، یادگار چشتی، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1970ء

21. محمد افضل صفی، ڈاکٹر گوہر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2010ء ص:135
22. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، مثنوی ہیت عدل مجلس ترقی ادب، لاہور، 1967ء
23. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، مثوی رمز العشق، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1976ء
24. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، پدوماوت (اردو)، مجلس ترقی ادب، لاہور، 1986ء
25. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، شاہنامہ اردو، ایران کلچر سینٹر، اسلام آباد، 1997ء
26. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، پنجابی شکوہ، پنجابی ادبی اکادمی، لاہور، 1964ء، ص:16
27. ڈاکٹر گوہر نوشاہی، پنجابی شکوہ، پنجابی ادبی اکادمی: لاہور، 1964ء
28. محمد افضل صفی، ڈاکٹر نوشاہی بحیثیت محقق، الفتح پبلی کیشنز، راولپنڈی، 2010ء، ص:143
29. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، مختصر قانونی اصطلاحات، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1985ء
30. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، غالب کی خاندانی پینشن اور دیگر امور، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 1997ء
31. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، جائزہ زبان اردو پنجاب، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، 2006ء
32. گوہر نوشاہی، ڈاکٹر، نقش خیال اسلوب، اسلام آباد، 2008ء